اصلاح معاشرہ اور نسل نو کی ذمہ داری
سیرت طیبہ کی روشنی میں

Responsibilities of Muslim Youth in Reformation of Society
(In the light of Prophet's Sīrah)

ڈاکٹر میمونہ تبسم *

پروفیسر ڈاکٹر عبدالرؤف ظفر **

ABSTRACT

Despite the greenness of youth, it is a moment in a Muslim's life when his belief is likely to be hardened frequently by enticements and temptations. It is the responsibility of young Muslims to triumph over these enticements and protect their Islamic way of life, obey the teachings of Prophet, share Islam with others and study the teachings of the Holy Qur'ān. After the fulfillment of these essential obligations, young Muslims are predictable above all to play a significant role in reformation of society. Within the Muslim circle, it is supposed that youth is the most imperative period of life. Youth as bone of nation plays a vital role. They have the capacity to build nation of towards success in all the fields of life by utilizing the abilities.

This is the time in which opinions, habits and beliefs are formed, and it is vital for the time to be spent in individual development. For instance, Muslim youth should dedicate themselves into making and spreading the glimpses of Sīrah in society; by avoiding the temptations of time in loneliners and solitude andwith the opposite sex and of seeking knowledge by following the preaching's of Prophet Muhammad (ﷺ). In this way, Muslim youth will be a spiritually strong enough to serve as a role model for other young people and society as whole. The article manifests the same components in the light of teachings of Holy prophet (ﷺ). Consolidating with Qur'anic verses, imminent exegetical literature and sayings of the companions of Prophet Muhammad (ﷺ), youth can play an active and positive role in reformation and development of society.

Keywords: *Muslim Youth, Sīrah Studies, Development of Society, Reformation of Youth, Education of Youth.*

---

* اسسٹنٹ پروفیسر، لاہور کالج فار وویمن یونیورسٹی، لاہور

** صدر شعبہ علوم اسلامیہ، سرگودھا یونیورسٹی، لاہور کیمپس

کسی بھی معاشرے کی اصلاح کا دارو مدار اسکے افراد کی اصلاح پر ہوتا ہے ۔ جس قدر افراد کے اندر تزکیہ نفس اور اخلاقی اقدار کی پاسداری کا رجحان ہو گا اسی طور معاشرہ اپنی تمام تر رعنائیوں کے ساتھ آگے بڑھتا چلا جائے گا۔ اسلام جو کہ قیامت تک کے لیے پیش آمدہ مسائل کا حل لے کر آیا ہے وہ اپنے نام لیواؤں کو شعبہ ہائے زندگی کے کسی بھی پہلو میں تشنہ حل نہیں چھوڑتا۔ ہر طرح کے مسائل کے حل کے لئے ہر دور کے لوگوں میں نوجوانوں کا کردار نمایاں رہا ہے جس کی مناسبت سے اس مضمون میں ان کی ذمہ داریوں کو واضح کیا گیا ہے۔

حالات و واقعات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ کسی بھی قوم کی بہترین متاع اس کے نوجوان ہوا کرتے ہیں یہی وہ طبقہ ہے جو قوم کے معمار بنتے ہیں اور قوموں کو سرخرو یا قعر مذلت میں پھینکتے ہیں۔ اس طبقے کا ہر معاملے میں بڑا کردار ہے اگر نوجوانوں کی اصلاح کر دی جائے اور انہیں تعمیری راستہ پر گامزن کر دیا جائے تو ان کی زندگی کے تخریبی پہلو ختم ہو جاتے ہیں تو وہ نا صرف معاشرے کے ایک صحت مند افراد بن کر زندگی گزارتے ہیں بلکہ معاشرے کی ترقی میں سود مند ثابت ہوتے ہیں۔ اسلام نے نوجوانوں کو خصوصا مخرب اخلاق اقدامات سے روکا اور معاشرے میں اپنے وجود کو خرافات سے پاک کر کے مفید اور تعمیری رجحانات اپنانے کا درس دیا ہے تاکہ دنیائے عالم امن و آشتی کا گہوارہ بن سکے۔

موجودہ دور اپنی بہت ساری بے سرو سامانیوں کے ساتھ والدین اور اولاد میں رابطے اور تربیت کے تعلق کا فقدان بھی لایا ہے۔ وقت کی کمی، دفتری مشغولیات اور الیکٹرونک میڈیا کی بہتات نے والدین، اساتذہ، خیر خواہان اسلام اور عزیز و اقارب کی طرف سے اولاد کی تربیت میں ایسے خلاء پیدا کر دیئے ہیں جو تمام عمر نہیں بھر سکتے۔ ارتقائی نفسیات کے ماہرین والدین اور اولاد کے مضبوط رابطے کو بچوں کے ذہنی ارتقاء اور فکری توانائی کے لئے ضروری قرار دیتے ہیں کیونکہ اسلام افراد کی اصلاح پر زور دینے کے ساتھ اسے اسلامی ہدایت پر عمل پیرا ہونے کا حکم دیتا ہے جس سے ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے اور اس اصلاح میں نسل نو کا کردار تب زیادہ نمایاں ہوتا ہے جب دنیاوی نفع و نقصان کے ساتھ اخروی نفع و نقصان کا شعور ان میں اجاگر ہو اور عارضی مفادات کے ساتھ قابل ترجیح دائمی مفادات زیادہ عزیز ہوں، انہی دائمی مفادات کی خاطر گاہے بگاہے نسل نو کی ڈھول اتارنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام اس فریضہ کی ادائیگی میں ہر دور میں نمونہ کی حیثیت سے قابل اتباع رہے ہیں جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے الفاظ جو آپ نے اپنے بیٹے کو پانی کے عذاب سے بچانے کے لئے کہے تھے:

﴿وَنَادَى نُوحٌ ابْنَهُ وَكَانَ فِي مَعْزِلٍ يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكَافِرِينَ﴾. (١)

نوح کا بیٹا دور فاصلے پر تھا۔ نوح نے پکار کر کہا بیٹا، ہمارے ساتھ سوار ہو جاؤ، کافروں کے ساتھ نہ رہ۔

(١) سورۃ ہود:٤٢

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے الفاظ جو آپ نے بیٹوں کو کہے تھے:

﴿وَقَالَ يَا بَنِيَّ لَا تَدْخُلُوا مِن بَابٍ وَاحِدٍ وَادْخُلُوا مِنْ أَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ وَمَا أُغْنِي عَنكُم مِّنَ اللَّهِ مِن شَيْءٍ﴾.(۱)

پھر اس نے کہا: میرے بچو، (مصر کے دارالسلطنت میں) ایک دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے جانا، اور میں اللہ کی مشیت سے تم کو نہیں بچا سکتا۔

الغرض ہر نبی اور مصلح و مبلغ فرد نے نسل نو کو اپنے اپنے انداز سے سمجھانے کی کوشش کی ہے، واضح رہے کہ نسل نو سے مراد نوجوان افراد ہی نہیں ہیں بلکہ وہ لوگ ہیں جو اپنی تعلیم، خداداد صلاحیتوں اور جدید تہذیب و تمدن سے واقفیت کی بناء پر ایک مخصوص طرز فکر کے مالک ہیں وہ چاہے کسی بھی عمر کے حامل ہوں۔ اس طبقہ کی اکثریت جوانوں پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے انہیں نسل نو سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ ویسے بھی اس دنیا اور آخرت میں نسل نو کی بہت اہمیت ہے:

رسول اللہ ﷺ نے جوانی کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر فرمایا:

«اغْتَنِمْ خَمْسًا قَبْلَ خَمْسٍ: شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ...».(۲)

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو! جوانی کو بڑھاپے سے پہلے...

شباب کی اہمیت دنیا میں تو مسلّم ہے ہی مگر اخروی زندگی کی لازوال نعمتوں میں سے ایک نعمت ہمیشہ ملنے والی (جرداً مرداً) جوانی ہے جو جنت میں ہر جنتی کو ملے گی اسی مناسبت سے نبی رحمت ﷺ نے فرمایا:

«أَهْلُ الْجَنَّةِ شَبَابٌ، جُرْدٌ، مُرْدٌ، مُكَحَّلِينَ لَا تَبْلَى ثِيَابُهُمْ، وَلَا يَفْنَى شَبَابُهُمْ».(۳)

جنتی جرد مرد کی حالت میں ہوں گے، نہ کپڑے بوسیدہ ہوں گے اور نہ ہی جوانی فنا ہوگی۔

نسل نو اور ہماری سوچ

ہماری نظر میں نوجوان نسل محض ہوا پرست اور شہوت پرست ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ ان کا منبر و محراب میں سامعین کے سامنے مذاق اڑایا جائے تو ان کی اصلاح ہو جائے گی جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں اس انداز اصلاح کو حالات کے ساتھ نسل نو کی شکایات و خصوصیات کے پس منظر میں بدلنا ہوگا۔

---

(۱) سورۃ یوسف: ۶۸

(۲) عسقلانی، ابن حجر، احمد بن حجر، اتحاف الخیرۃ المہرہ، دار الوطن، الریاض، ۱۹۹۹ء، ص: ۳۹۲

(۳) دارمی، عبد اللہ بن عبد الرحمن، ابو محمد، السنن، کتاب الرقاق، باب فی اہل الجنۃ ونعیمہا، حدیث نمبر: ۲۸۲۹، نشر السنۃ، ملتان، ۲/ ۲۴۱، (جُرد: جس کے جسم پہ بال نہ ہوں، مُرد: جس کی داڑھی نہ ہو)، دیکھیے: المناوی، زین الدین محمد، عبد الرؤف، التیسیر شرح الجامع الصغیر، مکتبۃ الامام الشافعی، الریاض، طبع سوم: ۱۹۸۸ء، ۱/ ۳۸۳

نسل نو کے متعلق آراء

عام طور پر اس نسل کے متعلق دو رائے پائی جاتی ہیں ایک طبقہ کی رائے میں تو یہ لوگ خام خیال میں مبتلا ہیں، مغرور ہیں، ہوا وہوس میں گرفتار اور شہوت پرست ہیں، غرض ان میں ہزاروں عیب ہیں، یہ طبقہ ہمیشہ نسل نو کو برا بھلا اور مطعون کرتا ہے، مگر خود نوجوان نسل کی رائے اس کے بالکل برعکس ہے، انہیں اپنے آپ میں کوئی عیب نظر نہیں آتا وہ خود کو مجسمہ عقل وہوش، نہایت ذہین اور بلند خیال سمجھتا ہے، پرانی نسل نئی نسل کو کافر و فاسق کہتی ہے اور نئی نسل پرانی کو جاہل اور احمق کہتی ہے۔ اب ضرورت اس بات کی ہے کہ دونوں کے انداز و سوچ کو بدلا جائے۔ تاکہ شکوے اور اعتراض کی جگہ اصلاح کا پہلو پروان چڑھ سکے۔

صالح اور سوء نسل کا قرآنی منظر

اس میں شک نہیں ہے کہ ہمارے معاشرے میں ہر دو قسم کے نوجوان پائے جاتے ہیں کچھ صالح اور کچھ برُے۔ سورہ احقاف میں دونوں طرح کے افراد کا منظر یوں پیش کیا گیا ہے:

﴿حَتَّىٰ إِذا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَبَلَغَ أَرْبَعينَ سَنَةً قالَ رَبِّ أَوْزِعْني أَنْ أَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلىٰ والِدَيَّ وَ أَنْ أَعْمَلَ صالِحاً تَرْضاهُ وَ أَصْلِحْ لي في ذُرِّيَّتي إِنِّي تُبْتُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمينَ﴾.[1]

یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس برس کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تونے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں ان کا شکر گزار ہوں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تو پسند کرے۔ اور میرے لئے میری اولاد میں صلاح (وتقوی) دے۔ میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔

اس آیت میں صالح افراد کے طرز فکر اور خصوصیات کا بیان ہے کہ: وہ اللہ تعالی کی نعمتوں اور احسانات کے قدر شناس اور شکر گزار ہوتے ہیں، وہ اللہ تعالی سے عمل صالح کی توفیق مانگتے ہیں، آنے والی نسلوں کی اصلاح و فلاح کی طرف توجہ دیتے ہیں، وہ گزشتہ کوتاہیوں سے توبہ کرتے ہیں، احکام الہی کے سامنے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔

اسی نسل کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

﴿أُولئِكَ الَّذينَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ أَحْسَنَ ما عَمِلُوا وَنَتَجاوَزُ عَنْ سَيِّئاتِهِمْ في أَصْحابِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذي كانُوا يُوعَدُونَ﴾.[2]

---

(١) سورۃ الاحقاف: ١٥

(٢) سورۃ الاحقاف: ١٦

یہی لوگ ہیں جن کے اعمال نیک ہم قبول کریں گے اور ان کے گناہوں سے در گزر فرمائیں گے اور (یہی) اہل جنت میں (ہوں گے)۔ (یہ) سچا وعدہ (ہے) جو ان سے کیا جاتا ہے۔

اس کے بعد بگڑی ہوئی نسل کے بارے ارشاد باری ہے:

﴿وَالَّذي قالَ لِوالِدَيْهِ أُفٍّ لَكُما أَتَعِدانِني أَنْ أُخْرَجَ وَقَدْ خَلَتِ الْقُرُونُ مِنْ قَبْلي وَهُما يَسْتَغيثانِ اللَّهَ وَيْلَك آمِنْ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ فَيَقُولُ ماهذا إِلاَّ أَساطيرُ الْأَوَّلينَ﴾.(۱)

اور جس شخص نے اپنے ماں باپ سے کہا کہ اُف اُف! تم مجھے یہ بتاتے ہو کہ میں (زمین سے) نکالا جاؤں گا حالانکہ بہت سے لوگ مجھ سے پہلے گزر چکے ہیں۔ اور وہ دونوں خدا کی جناب میں فریاد کرتے (ہوئے کہتے) تھے کہ کم بخت ایمان لا۔ خدا کا وعدہ تو سچا ہے۔ تو کہنے لگا یہ تو پہلے لوگوں کی کہانیاں ہیں۔

یہ نسل مغرور ہے اس کے خیالات ناپختہ ہیں، خدا کی بندگی اسے قبول نہیں ہے، ماں باپ کو ڈانٹتی ہے اور ان کی تحقیر کرتی ہے ان کے خیالات اور عقائد پر ہنستی ہے۔

آیات بالا کی روشنی سے پتہ چلتا ہے کہ آج کل بھی ان دونوں طرح کے افراد پائے جاتے ہیں لہذا نسل نو کی خصوصیات، شکایات اور احساسات کو ملحوظ رکھتے ہوئے تمام خرابیوں کی عصر حاضر میں اصلاح کی بھرپور کوشش کرنا اور احساس ذمہ داری کو پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔

اصلاح معاشرہ میں نسل نو کی ذمہ داری کے قابل اصلاح پہلو

ذیل میں ان اہم پہلوؤں کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جن کی طرف نسل نو کی توجہ مبذول کروا کر اصلاح معاشرہ میں ان کی ذمہ داری کو اجاگر کرنا ہوگا تاکہ احساس ذمہ داری نسل نو کو اصلاح ذات سے اصلاح معاشرہ تک مجبور کرے۔

۱۔ قرآن وسنت سے مضبوط تعلق

قرآن کریم رب کائنات کے مجموعہ فرامین اور حدیث رسول رحمۃ للعالمین کی کامل تعلیمات کا نام ہے، فرمان نبوی ہے:

«تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابَ اللهِ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ».(۲)

---

(۱) سورۃ الاحقاف: ۱۷

(۲) مالک بن انس، امام، المؤطا، کتاب الجامع، باب النہی عن القول بالقدر، حدیث نمبر: ۱۳۹۵، احیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۶ھ

میں تم میں دو چیزیں چھوڑ کے جارہا ہوں اگر تم ان دونوں کو مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہوگے اور وہ اللہ کی کتاب اور اسکے نبی ﷺ کی سنت ہے۔

قرآن وسنت میں معاشرہ کے تمام طبقات اور بالخصوص نسل نو کے لئے واضح رہنمائی ہے ،ان سے قرب، گہرا ربط ، افہام وتفہیم کی کوشش، عملی زندگی میں نافذ کرنے کی کاوش،اور ان کو ہر اختلاف کے وقت حکم بنانے کا انداز درحقیقت اصلاح کے جذبات کو پروان چڑھانے،اخوت کے اوصاف کو جلابخشنے،الفت ومحبت کے پیغام کو عام کرنے،اتفاق واتحاد کے پلیٹ فارم کو تیار کرنے اور رسہ کشی کے ماحول کو ختم کرکے اپنائیت کا درس دینے میں بے مثل ہیں۔لہذا نسل نو کی تربیت کے لئے سب سے پہلے قرآن وسنت سے گہرا ربط پیدا کرنے کی ضرورت ہے جب تعلق پیدا ہوجائے گا تو تربیت وتزکیہ کا آغاز اسی چشمہ صافی سے بہترین انداز سے ہوگا۔

٢۔حلال وحرام کا شعور

اسلامی ماحول میں عبادات کی قبولیت اور تحفظ عزت نفس کے لئے حلال وحرام کا شعور بہت ہی ضروری ہے کیونکہ یہی وہ بنیادی چیز ہے جس کا نسل نو کی تربیت میں سب سے نمایاں کردار ہے جب حصول رزق حلال کے دینی ودنیوی فوائد وثمرات سے آگاہی ہوگی تو بہت سی اخلاقی، سماجی اور سیاسی کردار کش بیماریوں سے نجات مل جاتی ہے اور جب یہ عادت تزکیہ وتربیت کا حصہ بن جائیگی تو کسب حرام کے تمام ناجائز ذرائع کے نقصانات سے حوصلہ شکنی خود ہی ہوجائے گی۔

حلال وحرام کے چند اہم اصول یہ ہیں۔ قرآن نے ہمیں مطلع کیا ہے کہ تمام معاملات میں اصل حلت ہے اور صرف وہ چیزیں حرام ہیں جن کی ممانعت کی دلیل آچکی ہے اوراس نے ہمیں طیبات سے استفادہ کا حکم دیا اور یہ بنیادی اصول نسل نو کو متعارف کروانے کی بہت ضرورت ہے تاکہ حلال وحرام کا شعور اجاگر ہوسکے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«الْحَلَالُ بَيِّنٌ وَإِنَّ الْحَرَامَ بَيِّنٌ وَبَيْنَهُمَا مُشْتَبِهَاتٌ».[١]

حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور اس کے درمیان متشابہ امور ہیں۔

قرآن مجید میں اس اصول کی رہنمائی یوں کی گئی ہے کہ:

﴿هُوَ ٱلَّذِي خَلَقَ لَكُم مَّا فِي ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا﴾.[٢]

اس نے تمہارے لئے ان تمام چیزوں کو پیدا کیا جو زمین میں ہیں۔

---

(١) بخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری ،کتاب الایمان، باب من استبرا لدینہ، حدیث نمبر:١٩٤٦،مکتبہ دار السلام ،ریاض، ١٩٩٨ء

(٢) سورۃ البقرہ: ٢٩

ایک اور جگہ فرمایا:

﴿يَأَيُّهَا ٱلنَّاسُ كُلُوا مِمَّا فِي ٱلْأَرْضِ حَلَٰلًا طَيِّبًا﴾.[۱]

اے لوگو! زمین میں جتنی حلال وپاکیزہ چیزیں ہیں، انہیں کھاؤ۔

آج ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی نسل کو حلال، طیب اور جسم کے لئے مفید چیزوں کی رہنمائی کریں اور حرام، خبیث اور جسم کے لئے نقصان دہ چیزوں سے ان کو محفوظ رکھیں۔ جیسے سگریٹ، حقہ، تمباکو، افیون، شیشہ اور دیگر تمام نشہ آور اشیاء سے ان کو دور رکھا جائے کیونکہ یہ حلال اور طیب نہیں ہیں۔

رب العالمین نے نہ صرف ہمارے لئے خرید وفروخت کو مباح قرار دیا بلکہ اسلامی اصولوں پر مبنی تجارت کو جہاد کے ساتھ متصل ذکر کیا ہے۔ فرمان باری تعالی ہے:

﴿وَآخَرُونَ يَضْرِبُونَ فِي الْأَرْضِ يَبْتَغُونَ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَآخَرُونَ يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ﴾.[۲]

اور کچھ دوسرے لوگ زمین میں سفر کریں گے، اللہ کی روزی تلاش کریں گے اور بعض دوسرے اللہ کی راہ میں قتال کریں گے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے بہت سے بچے، بوڑھے اور نوجوان بغیر کسی شرعی ضرورت کے بازاروں میں ہاتھ پھیلا کر مانگتے ہیں اور اس مانگنے کو انہوں نے باقاعدہ پیشہ بنالیا ہے اس لئے قرآن وسنت کے اصول تجارت اور محنت کو اپنا کر کمائی کرنے کی تربیت کرنی ہو گی تاکہ یہ ناسور بھی ختم کیا جاسکے۔

قرآنِ مجید نے جائز بیع میں منافع کے حصول کو حلال جبکہ سود کو حرام ٹھہرایا کیونکہ وہ ظلم وزیادتی پر مبنی ہے۔ اللہ تعالی نے فرمایا:

﴿وَأَحَلَّ ٱللَّهُ ٱلْبَيْعَ وَحَرَّمَ ٱلرِّبَوٰا﴾.[۳]

اور اللہ نے خرید وفروخت کو حلال کیا ہے اور سود کو حرام قرار دیا ہے۔

حدیث میں ہے:

«لَعَنَ رَسُوْلُ اللهِ اٰكِلَ الرِّبوا وَمُؤْكِلَهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَيْهِ وَقَالَ هُمْ سَوَاءٌ».[۴]

نبی کریم ﷺ نے سود کھانے، سود کھلانے، لکھنے والے اور اس کے گواہوں پر لعنت فرمائی ہے اور

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۲۵۶

(۲) سورۃ المزمل: ۲۰

(۳) سورۃ البقرہ: ۲۷۵

(۴) مسلم، بن حجاج، صحیح مسلم، کتاب المساقاۃ، باب لعن آکل الربا وموکلہ، حدیث نمبر: ۴۰۹۳، دار السلام، الریاض، ۱۹۹۸

فرمایا: یہ سب گناہ میں برابر کے شریک ہیں۔

آج ہم پیٹ کی آگ بجھانے کے لئے بہت سی ایسی کمپنیوں اور اداروں میں کام کرتے ہیں جہاں کی کمائی کا انحصار ہی صرف سود پر ہے اس لئے ہمیں آج تربیت کی بہت ضرورت ہے کہ ہم قناعت اور صبر و شکر کو اپنا وطیرہ بنائیں نیز غربت وافلاس اور بے روزگاری کے دور میں حرام ذرائع آمدنی کا رخ نہ کریں۔

اسلامی تعلیمات نے لاٹری اور جوا جیسے قبیح کاموں کو ہمارے لئے حرام ٹھہرایا ہے، فرمان ربانی ہے:

﴿يَأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا إِنَّمَا ٱلْخَمْرُ وَٱلْمَيْسِرُ وَٱلْأَنصَابُ وَٱلْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ ٱلشَّيْطَٰنِ فَٱجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ﴾.(١)

اے اہل ایمان! بے شک شراب، جوا اور وہ پتھر جن پر بتوں کے نام سے جانور ذبح کئے جاتے ہیں اور فال نکالنے کے تیر، سب ناپاک ہیں، ان سے پرہیز کرو، تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اور رشوت کو حرام قرار دیا کہ وہ حرام کی کمائی ہے۔ قرآن کریم میں یہودیوں کے اس فعلِ شنیع کی مذمت کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا:

﴿سَمَّٰعُونَ لِلْكَذِبِ أَكَّٰلُونَ لِلسُّحْتِ﴾.(٢)

یہ لوگ جھوٹ بولنے کیلئے دوسرے کی باتوں پر کان لگاتے ہیں اور بڑے حرام خور ہیں۔

اس نے ظلم وزیادتی اور دھوکہ دہی سے کسی کا مال ہتھیانے اور ناجائز ذرائع سے دولت کمانے سے روک دیا، فرمایا:

﴿وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَن يَغُلَّ وَمَن يَغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ﴾.(٣)

اور یہ ناممکن ہے کہ کوئی نبی خیانت کرے، جو بھی خیانت کا مرتکب ہو گا، قیامت کے دن خیانت کی ہوئی چیز کے ساتھ اسے لایا جائے گا۔

اسلام انسان کو خود دار اور کفایت شعار بناتا ہے، غفلت اور آوارہ گردی سے اس کی حفاظت کرتا ہے، بخل وبزدلی سے اس کو دور رکھتا ہے اور اسراف و تبذیر سے اس کو منع کرتا ہے۔ قرآن نے ہمیں اسراف و تبذیر اور غلط کاموں پر خرچ نہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے:

﴿وَكُلُوا وَٱشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُۥ لَا يُحِبُّ ٱلْمُسْرِفِينَ﴾.(٤)

کھاؤ پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو، بے شک اللہ حد سے تجاوز کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

---

(١) سورۃ المائدہ: ٩٠

(٢) سورۃ المائدہ: ٤٢

(٣) سورۃ آل عمران: ١٦١

(٤) سورۃ الاعراف: ٣١

﴿إِنَّ ٱلْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ ٱلشَّيَاطِينِ وَكَانَ ٱلشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا﴾. (۱)

اور آپ فضول خرچی نہ کیجئے، بے شک فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں اور شیطان اپنے ربّ کا ناشکرا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے مال ضائع کرنے سے منع فرمایاہے:

«إِنَّ اللَّهَ كَرِهَ لَكُمْ ثَلَاثًا قِيلَ وَقَالَ وَإِضَاعَةَ الْمَالِ وَكَثْرَةَ السُّؤَالِ». (۲)

اللہ تعالی نے تمہارے لئے تین چیزوں کو ناپسند کیاہے: بحث کرنا، مال ضائع کرنا، کثرت سے سوال کرنا۔

قرآن نے زمانہ قدیم سے جاری رہن کے نظام کو برقرار رکھا البتہ لین دین کے معاملات میں ایسا الہامی چارٹر دیا کہ انسانی عقلیں کبھی اس کی مثال پیش نہیں کر سکتیں، اور اس سے بہتر تربیتی انداز جس میں تدریج ہو کہیں سے مل بھی نہیں سکتا۔

۳۔ خاندانی نظام کے استحکام میں نسل نو کا کردار

اسلام چاہتاہے کہ مسلمانوں کا خاندانی نظام مستحکم ہو جس کے لئے قرآن و سنت میں جابجا ایسے احکامات وارد ہوئے ہیں جن کو اپنانے سے ہم خاندانی نظام کو تباہ ہونے سے بچاسکتے ہیں۔ اس حوالے سے بالخصوص نسل نو کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے جس کے لیے باقاعدہ دروس و سمینارز وغیرہ کا انعقاد مناسب ذریعہ ہے۔ خاندانی نظام کی عمارت کو قائم کرنے اور اسے انتشار سے بچانے کے لئے قرآن وحدیث نے ہمیں کچھ بنیادی اقدامات کی ترغیب دی ہے، جن میں سے اہم ترین نکاح شرعی ہے، فرمان الہی ہے:

﴿وَأَنكِحُوا ٱلْأَيَامَىٰ مِنكُمْ وَٱلصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَآئِكُمْ﴾. (۳)

اور تم میں سے جو مرد وعورتیں بغیر بیوی وشوہر کے ہیں، ان کی شادی کرادو اور اپنے نیک غلاموں اور لونڈیوں کی بھی شادی کردو۔

اور فرمایا: ﴿فَٱنكِحُوا مَا طَابَ لَكُم مِّنَ ٱلنِّسَآءِ مَثْنَىٰ وَثُلَاثَ وَرُبَعَ﴾. (۴)

پس تم دو دو، تین تین اور چار چار عورتوں سے شادی کرلو جنہیں تم اپنے لئے پسند کرتے ہو۔

اور آپ ﷺ نے فرمایا:

«النِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِي فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِي فَلَيْسَ مِنِّي». (۵)

---

(۱) سورۃ الاسراء: ۲۷

(۲) صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب قول اللہ تعالی ﴿لا يسألون الناس إلحافا﴾ حدیث نمبر: ۱۴۰۷

(۳) سورۃ النور: ۳۲

(۴) سورۃ النساء: ۰۳

(۵) صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، حدیث نمبر: ۱۸۷۴

نکاح میری سنت ہے پس جس نے میری سنت سے اعراض کیا وہ مجھ سے نہیں۔

اسلام نے خاندانی نظام میں رخنہ اندازی کے تمام راستوں کو بند کر دیا ہے جن میں اہم ترین امر زناکاری کی حرمت ہے۔ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنَىٰ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا﴾.[١]

اور زنا کے قریب بھی مت پھٹکو، بلاشبہ وہ بڑی بے شرمی کا کام اور برا راستہ ہے۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے المسند میں ایک واقعہ نقل کیا ہے:

کہ ایک نوجوان خدمت نبوی میں حاضر ہو کر زنا کی اجازت مانگنے لگا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈانٹنے کی بجائے اپنے قریب بلا کر کہا: کیا تم اس زنا کے کام کو اپنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی اور خالہ کے لئے پسند کرو گے تو اس نوجوان نے کہا: میں اسے گوارہ نہیں کر سکتا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسئلہ ذہن نشین کرانے کے بعد اپنا دست مبارک اس کے سینہ پر رکھا اور دعا فرمائی:

«اللهُمَّ اغْفِرْ ذَنْبَهُ وَطَهِّرْ قَلْبَهُ، وَحَصِّنْ فَرْجَهُ».[٢]

اے اللہ اس کے گناہ معاف فرما، اس کا دل پاک کر دے اور اس کی شرمگاہ کی حفاظت فرما۔

خاندانی نظام کے استحکام کے لئے اللہ نے مرد کو عورت پر قوّام (نگہبان) بنایا جس کی وجہ کسی صنف کی ذاتی برتری نہیں بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا فرمائی ہے اور یہ بھی کہ مرد عورتوں کی کفالت کے ذمہ دار ہوتے ہیں، چنانچہ اللہ تعالی فرماتے ہیں:

﴿الرِّجَالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّسَاءِ بِمَا فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ وَبِمَا أَنفَقُوا مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾.[٣]

مرد عورتوں پر حاکم ہیں، اس بناء پر کہ جو اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر برتری دی ہے اور اس لئے بھی کہ مردوں نے اپنا مال خرچ کیا ہے۔

اسی مقصد کے لئے اللہ نے نکاح کا باقاعدہ نظام دیا اور طلاق کے احکام کو بیان فرما دیا۔

۴۔ نظام قضاء میں نسل نو کی ذمہ داری

نسل نو کے دل و دماغ جذبات و خواہشات کے ساتھ قوت کے گھمنڈ سے بھی لبریز ہوتے ہیں اس لئے ان

---

(١) سورۃ الاسراء: ۳۲

(۲) ابن حنبل، ابو عبد اللہ، احمد بن محمد، مسند، حدیث نمبر: ۲۲۱۱، دار الفکر، بیروت، ۵/۲۵۶

(۳) سورۃ النساء: ۳۴

کو ظلم سے اجتناب اور عدل وانصاف کا بالخصوص حکم دیا تاکہ وہ کسی بھی قسم کی تخریبی کاروائی میں فتنہ وفساد برپا نہ کریں اور پھر اس نظام قضاء میں نسل نو کو راہ اعتدال اپنانے کے ساتھ ہر مقام اور ہر حالت میں عدل وانصاف کا حکم دیا ہے۔ عدل وانصاف کے متعلق قرآن وحدیث نے انسانیت کو نہایت شاندار اُصول عطا کئے ہیں، عدل اور احسان کو نظامِ قضاء کی بنیاد ٹھہرایا۔ فرمانِ الٰہی ہے:

﴿إِنَّ ٱللَّهَ يَأْمُرُ بِٱلْعَدْلِ وَٱلْإِحْسَانِ﴾ (۱) اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم دیتا ہے۔

اور حکم دیا کہ حقوق کا اندراج گواہوں کی موجودگی میں کیا جائے:

﴿وَٱسْتَشْهِدُوا شَهِيدَيْنِ مِن رِّجَالِكُمْ﴾ (۲)

(معاملات لکھتے وقت) اپنے مردوں میں سے دو کی اس پر گواہی کرالو۔

اور گواہی کو چھپانے سے منع فرمایا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

﴿وَلَا تَكْتُمُوا ٱلشَّهَادَةَ﴾ (۳) شہادت کو ہرگز نہ چھپاؤ۔

نیز جھوٹی گواہی دینے کو حرام قرار دیا اور مسلمانوں کی یہ علامت بتلائی کہ:

﴿وَٱلَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ ٱلزُّورَ﴾ (۴) اور یہ لوگ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔

اور فرمایا: ﴿فَٱجْتَنِبُوا ٱلرِّجْسَ مِنَ ٱلْأَوْثَٰنِ وَٱجْتَنِبُوا قَوْلَ ٱلزُّورِ﴾ (۵)

بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی باتوں سے پرہیز کرو۔

حدیث میں بھی جھوٹی گواہی کی مذمت بیان کی گئی ہے: ”حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں کبیرہ گناہوں میں سب سے بڑے گناہ کے بارے میں نہ بتادوں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیوں نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ کے ساتھ شرک، والدین کی نافرمانی، اور جھوٹی گواہی یا جھوٹی بات بڑے بڑے گناہ ہیں“۔ (۶)

---

(۱) سورۃ النحل: ۹۰

(۲) سورۃ البقرہ: ۲۸۲

(۳) سورۃ البقرہ: ۲۸۳

(۴) سورۃ الفرقان: ۷۲

(۵) سورۃ الحج: ۳۰

(۶) ترمذی، محمد بن عیسی، سنن، دار السلام، الریاض، باب ما جاء في التغليظ في الكذب والزور ونحوه، حدیث نمبر: ۱۳۱

۵۔نظام حدود و قصاص اور نسل نو کی ذمہ داری

اس وقت دنیا ہلاکت، سرکشی، مخربِ عادات طریقوں اور خوفناک جنگوں کے راستے پر چل نکلی ہے۔ حالات انتہائی دگرگوں ہیں - حیران و پریشان عقلوں کی وضع کردہ بوگس پالیسیاں تباہ کن راستوں پر گامزن ہیں اور ان پالیسیوں نے اُمتِ مسلمہ کو خلفشار میں مبتلا کر کے تباہی وبربادی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ ہر تدبیر کا حل اسلامی نظام اور قیام حدود قصاص میں ہے اس لیے ہر ممکن کوشش کر کے اس کے نفوذ کو یقینی بنایا جائے تا کہ امن و سکون کی فضا عام ہو سکے۔

قرآن مجید نے حدود کے متعلق نظامِ عدل متعارف کرایا اور حکم دیا کہ چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹ دیا جائے، حالانکہ یہی ہاتھ جب امانت دار تھا تو اس کی دیت ایک بھاری رقم تھی لیکن جب لوگوں کے مال اس سے محفوظ نہ رہے اور یہ ہاتھ گویا ایک ناسور بن گیا تو پھر اسے کاٹ دینے کا حکم دے دیا۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقۡطَعُوٓا أَيۡدِيَهُمَا﴾.[١]

چوری کرنے والے مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو۔

اور غیر شادی شدہ زانی کو حرمات کی خلاف ورزی کی پاداش میں کوڑے لگانے کا حکم دیا:

﴿ٱلزَّانِيَةُ وَٱلزَّانِي فَٱجۡلِدُواْ كُلَّ وَٰحِدٖ مِّنۡهُمَا مِاْئَةَ جَلۡدَةٖ﴾.[٢]

حدیث میں زنا نہ کرنے والے کے متعلق جنت کی ضمانت دی گئی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«یاشباب قُرَيْشٍ لا تَزْنُوا احْفَظُوا فُرُوجَكُمْ أَلا مَنْ حَفِظَ فَرْجَهُ فَلَهُ الْجَنَّةَ»[٣]

اے قریش کے نوجوانو! اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، زنا نہ کرو سنو! جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی وہ جنت میں داخل ہو گا۔

زناکار عورت و مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے لگاؤ اور حکم دیا کہ دوسروں پر برائی کا جھوٹا الزام لگا کر ان کی عزتیں اُچھالنے والے کو کوڑے لگائے جائیں، فرمایا:

﴿وَٱلَّذِينَ يَرۡمُونَ ٱلۡمُحۡصَنَٰتِ ثُمَّ لَمۡ يَأۡتُواْ بِأَرۡبَعَةِ شُهَدَآءَ فَٱجۡلِدُوهُمۡ ثَمَٰنِينَ جَلۡدَةٗ﴾.[۴]

---

(١) سورۃ المائدہ: ۳۸

(٢) سورۃ النور: ۲

(٣) بیہقی، احمد بن حسین، ابو بکر، شعب الایمان، باب في تحريم الفروج و مایجب من التعفّف عنھا، حدیث نمبر: ۴۹۸۴، ادارۃ الشؤون الاسلامیہ، قطر، ۲۰۰۸

(۴) سورۃ النور: ۴

جو لوگ پاک دامن عورتوں پر زنا کی تہمت لگائیں پھر چار گواہ نہ پیش کر سکیں تو انہیں اسّی کوڑے لگاؤ۔

کسی کو ناحق قتل کرنے والے کو قصاص میں قتل کرنے کا قانون جاری کیا تاکہ معاشرے میں امن و امان قائم ہو سکے، فرمایا:

﴿وَلَكُمْ فِي ٱلْقِصَاصِ حَيَاةٌ﴾. (۱) تمہارے لئے قصاص میں زندگی ہے۔

زمین میں فساد برپا کرنیوالوں، راہزنوں اور معاشرے کا امن و امان تہ و بالا کرنیوالوں کی جڑ کاٹ دینے کے احکام صادر کئے تاکہ اُمت کو بدامنی کے ناسور سے نجات حاصل ہو:

﴿إِنَّمَا جَزَٰٓؤُاْ ٱلَّذِينَ يُحَارِبُونَ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَسْعَوْنَ فِي ٱلْأَرْضِ فَسَادًا أَن يُقَتَّلُوٓاْ أَوْ يُصَلَّبُوٓاْ أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُم مِّنْ خِلَٰفٍ أَوْ يُنفَوْاْ مِنَ ٱلْأَرْضِ ذَٰلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي ٱلدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي ٱلْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾. (۲)

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑتے ہیں اور زمین میں اس لئے تگ و دو کرتے پھرتے ہیں کہ فساد برپا کریں، ان کی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں یا سولی پر چڑہائے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ ڈالے جائیں یا وہ جلاوطن کر دیے جائیں یہ ذلت و رسوائی تو ان کے لئے دنیا میں ہے اور آخرت میں ان کے لئے اس سے بڑی سزا ہے۔

نبی ﷺ کا نسل نو کی تربیت کا یہی عظیم پہلو ہے کہ جن سے گناہ سرزد ہو جاتا وہ خود آکر عدالت نبوی میں پیش ہو کر معافی کروالینے تک آرام سے نہیں بیٹھتے تھے۔

٦۔ اخلاقی اصول اور نسل نو کا کردار

اسلام نے اخلاقی پہلو کو بھی تشنہ نہیں چھوڑا، بلکہ قرآن و سنت نے ہمیں اخلاقیات کی اصلاح کے لئے بہترین اُصول عطا کئے ہیں اور اسے سنوارنے کے لئے نبی آخر الزمان ﷺ کو ہمارے لئے اسوہ حسنہ قرار دیا کیونکہ محمد ﷺ کا اخلاق ہی درحقیقت نمونہ بنانے کے لائق تھا۔ اسی مناسبت سے اخلاق حسنہ کے داعی اعظم نے اپنی بعثت کا ایک مقصد یوں بیان فرمایا:

« إِنَّمَا بُعِثْتُ لِأُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْأَخْلَاقِ »(۳)

میں تو اخلاقی خوبیوں کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہوں۔

---

(۱) سورۃ البقرہ: ۱۷۹

(۲) سورۃ المائدہ: ۳۳

(۳) بیہقی، احمد بن حسین، ابو بکر، السنن الکبری، کتاب الشہادات، باب بیان مکارم الأخلاق ومعالیھا، حدیث نمبر: ۲۱۳۰۱، مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ، حیدر آباد، ہند، طبع اول: ۱۳۴۴ھ، ۱۹۱/۱۰

سرور دوعالم ﷺ نے اپنی ذات کی خاطر کبھی بدلہ نہ لیا بلکہ ہمیشہ عفو ودرگزر سے کام لیتے ہوئے دین محمدی کی اشاعت کو مقدم رکھا۔ طائف کا واقعہ مظالم کی انتہاء تھا جس پر جبرائیل تک کو ترس آیا اور پہاڑوں کو ملا کر اہل طائف کو سرمہ بنادینے کی پیشکش تک کی لیکن رحمت دوعالم ﷺ نے بیک جنبش قلم اس کو مسترد کردیا اور آئندہ نسلوں کے ایمان کی توقع کی، جو محمد بن قاسم کی صورت میں پوری ہوئی۔ کیا آج نسل نو اپنا حق چھوڑنے پر آمادہ ہوتی ہے؟ جواب میں گردنیں شرم کے مارے جھک جاتی ہیں اگر آج ایسا ہوتا تو عدالتوں میں مقدمات کا طوفان نہ ہوتا، قتل وغارت کا ناسور نہ پھنکارتا اور حقوق پر ڈاکہ زنی یوں عام نہ ہوتی۔

فتح مکہ وہ دن تھا جب حق نے باطل کو مکمل مغلوب کردیا تھا۔ اس دن وہ تمام بدلے چکائے جاسکتے تھے جن کی ٹیسوں نے سالوں سے بدن کو چھلنی کررکھا تھا۔ تکبر ونخوت کے گھمنڈ میں مخمور سردارانِ قریش، بے بسی اور بے کسی کے عالم میں دوزانو تھے لیکن فاتح عالم نے تاریخ کا دھارا بدلتے ہوئے نہ صرف ان کو معاف کردیا بلکہ ابوسفیان کے گھر کو دار الامن قرار دیا۔ اس کا منطقی اثر یہ ہوا کہ بدر واحد میں کفار کی کمان کرنے والا ابوسفیان حلقہ بگوش اسلام ہو گیا اور آج ہم نہایت ادب سے انہیں حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

قول وفعل میں اخلاص سے کام لینے کی تعلیم دی:

﴿فَاعْبُدِ اللَّهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّينَ﴾۔ (۱)

تم اللہ ہی کی بندگی کرو، دین کو اسی کے لئے خالص کرتے ہوئے۔

اور یہ تعلیم دی کہ اللہ سے بخشش طلب کریں، اسکی یاد کو اپنا معمول بنائیں، نیکی کے کاموں میں مال خرچ کریں، وعدوں کو پورا کریں اور معاہدوں کی پاسداری کریں۔

ایک اور حدیث میں اخلاق رذائل کی مذمت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ جس میں یہ پائے جائیں گے وہ مسلمان نہیں بلکہ منافق ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

«أَرْبَعٌ مَنْ كُنَّ فِيهِ كَانَ مُنَافِقًا خَالِصًا، وَمَنْ كَانَ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْهُنَّ كَانَتْ فِيهِ خَصْلَةٌ مِنْ نِفَاقٍ حَتَّى يَدَعَهَا: إِذَا حَدَّثَ كَذَبَ، وَإِذَا وَعَدَ أَخْلَفَ، وَإِذَا خَاصَمَ فَجَرَ، وَإِذَا عَاهَدَ غَدَرَ»۔ (۲)

چار خصلتیں جس کے اندر پائی جائیں وہ خالص منافق ہے، اور جس کے اندر کوئی ایک خصلت پائی جائے اس میں نفاق کی ایک علامت ہوگی جب تک کہ وہ اسے ترک نہ کردے، جب اس کے پاس

---

(۱) سورۃ الزمر: ۲

(۲) صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامۃ المنافق، حدیث نمبر: ۳۴

کوئی امانت رکھی جائے تو خیانت کرے، جب گفتگو کرے تو جھوٹ بولے، جب کوئی وعدہ کرے تو اسے پورانہ کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ بکے۔

۷۔ اتفاق واتحاد کی فضا قائم کرنے میں نسل نو کا کردار

ہر بلند کیا جانے والا نعرہ اور پکار جو اسلام کی روح سے خالی ہو، باطل و مسترد ہے۔ آج دنیا قومی عصبیت اور گروہی نعروں سے گونج رہی ہے۔ اللہ نے اس اُمت کو اسلام کی بدولت عزت و توقیر سے نوازا۔ ہمارے منتشر گروہوں کی شیرازہ بندی کی، ہماری صفوں میں اتحاد پیدا کیا اور ہمارے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے اُلفت ڈال دی اور جب ہم نے اسلام سے ناطہ توڑا اور غیروں کے دَر سے عزت ڈھونڈنا چاہی تو اللہ نے ہمیں ذلیل ورسوا کردیا اور آج ہم ہر محاذ پر غیروں کے ہاتھوں پٹ رہے ہیں۔ اس لئے آج نسل نو سمیت ہر جگہ اتفاق واتحاد کی فضاء عام کرنے کی ضرورت ہے۔

جب عہدِ نبوت میں ایک مہاجر اور انصاری کے درمیان جھگڑا ہوا اور یہ جھگڑا ایسا طول پکڑا کہ مہاجر نے مہاجرین کو "یاللمہاجرین" کہہ کر حمایت کے لئے پکارا، اسی طرح انصاری نے انصار کو "یاللأنصار" کہہ کر مدد کے لئے برانگیختہ کیا۔

آپ نے سنا تو فرمایا:

« «مَا بَالُ دَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ؟...دَعُوهَا، فَإِنَّهَا مُنْتِنَةٌ ». (۱)

یہ جاہلیت (عصبیت) کی پکار کیسی ؟ اسے چھوڑدو یہ بدبودار (پکار) ہے

ہمارے دین میں عصبیت کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ،چاہے وہ عصبیت قومیت کی ہو، فارسی یا ترکی ہونے کی ہو اور نہ ہی کسی گزرے ہوئے یا نئے پیدا ہونے والے گروہ کی۔اسلام نسلی، لسانی عصبیتوں سے مبراء دینی وحدت کا دین ہے۔

وحدت اللہ تبارک و تعالی کی ایک عظیم نعمت ہے، اس نے ہم پر احسان فرمایا اور اس وحدت کو قائم کرنے کا حکم دیا:

﴿وَٱعْتَصِمُوا بِحَبْلِ ٱللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا﴾. (۲)

اور اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوطی سے تھام لو اور بکھر نہ جاؤ۔

اور اپنی صفوں میں اتحاد کے لئے ضروری ہے کہ ہم سیرت مطہرہ پر عمل کریں۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

---

(۱) ابن حبان، محمد بن حبان، صحیح ابن حبان بترتیب ابن بلبان، تحقیق شعیب ارناؤط، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع اول:۱۹۸۸ء، ۱۴/۵۴۵، حدیث نمبر: ۶۵۸۲

(۲) سورۃ آل عمران:۱۰۳

« الْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ لَا يَظْلِمُهُ وَلَا يَخْذُلُهُ وَلَا يَحْقِرُهُ» . (١)

مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اور وہ اس پر ظلم نہیں کرتا،اسے بے یارو مددگار نہیں چھوڑتااور نہ ہی اس کی تحقیر کرتا ہے۔

اس بات کو مد نظر رکھیں۔ مسلمانوں کی وحدت مضبوط بنیادوں پر قائم ہے اور وہ یہ ہے کہ ان کا ربّ ایک ہے، نبی ایک ہے، دین ایک ہے، قبلہ ایک ہے اور ان کی شریعت میں ان سب کا ایک امام کے پیچھے نماز ادا کرنا، ایک مہینے کے روزے رکھنا اور معروف مقررہ جگہ پر حج جیسی عبادت بجالانا؛ یہ سب باتیں ایک مسلمان کو تمام اُمور میں اتحاد کی تربیت دیتی ہیں -اگر ہم نے بدعات وخرافات اور انحرافات سے مبراءاپنی اس وحدت کو اپنا لیا تو یقیناً رہتی دنیا تک کامیابی مسلمانوں کے لئے ہے،وحدت مسلمانوں کو آپس میں مل بیٹھنے، ان کو اپنی قوت مجتمع کرنے اور دلوں کو قریب کرنے پر اُبھارتی ہے تاکہ مسلمان اپنے ربّ کی منشاء کے مطابق زندگی بسر کریں اور اس مقام کو حاصل کرلیں۔

٨۔ نظام عقائد کی اصلاح میں نسل نو کی ذمہ داری

دور جدید میں عمل صالح میں بہت کمزوری آچکی ہے اور تجدید ایمان کی کاوش نہ کرنے کی وجہ سے ایمان میں اضافہ بھی بہت کم ہوا ہے اس لئے عقائد بھی بہت خلط ملط ہو چکے ہیں بلکہ بعض ایسی چیزیں مسلمانوں اور نسل نو میں آ چکی ہیں جن کا سرے سے اسلام اور اسلامی تہذیب وتمدن کے ساتھ کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔

آج کا نوجوان ایک کافر کے جہنم جانے پر اس لئے نوحہ کناں ہے کہ اس کے پاس "چیریٹی" اور "ڈونیشن" کا ایک لمبا سلسلہ یہ ہے جو کہ اس کے عمل صالح کی دلیل ہے لیکن یہ فراموش کر دیا گیا ہے کہ ایمان کے بغیر عمل صالح اللہ کے ہاں مقبول نہیں۔ آج کا نوجوان کچھ یوں بھی معترض ہے کہ کافر، کافر کیوں ہے اور دوزخ اس کے لئے مقدر کیوں کر دی گئی ہے جب کہ مسلمان، اسلامی گھرانے میں پیدا ہونے کے سبب جنت کا حق دار کیوں ہے؟ افسوس کہ وہ نصوص بھلا دی گئی ہیں کہ نعمتِ ہدایت کے چشمے تو رب العالمین کے دَر سے پھوٹتے ہیں اور ان سے وہی نوازا جاتا ہے جس کے دل میں طلب ہو۔ حضرت ابو طالب کے عدم ایمان کے بارے میں آیت ﴿ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ﴾ (٢) اس کی بین دلیل ہے۔

٩۔ نظام تعلیم کی اصلاح میں نسل نو کی ذمہ داری

آج کے قابل اصلاح امور میں ایک تعلیم کے نظام کو بہتر بنانے کی ضرورت ہے جس میں نصاب کے ساتھ

(١) صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب لا یظلم المسلم المسلم ولا یسلمہ، حدیث نمبر: ٢٣١٠

(٢) سورۃ القصص:٥٦

مخلوط تعلیم پر بھی کوئی سنجیدگی سے لائحہ عمل تیار کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ مخلوط تعلیمی ادارے اسلامی تعلیمی نظام سے مطابقت نہیں رکھتے، لہٰذا مسلم ممالک کی حکومتوں کو لڑکوں اور لڑکیوں کے لیے ہر سطح پر جداگانہ تعلیمی ادارے قائم کرنے چاہییں اور اس کے ساتھ ساتھ نجی شعبے کو اس سمت میں مزید پیش قدمی کرنی چاہیے۔

تعلیم کے میدان میں اصلاح کی دیگر کوششوں کے ساتھ ساتھ خاندانی نظام اور عائلی زندگی کے مسائل کے حوالے سے خاص طور پر توجہ دی جائے تاکہ طلبہ و طالبات خاندان اور سماجی اقدار کے موضوعات پر درجہ بدرجہ ضروری معلومات اور رہنمائی حاصل کر سکیں۔ بہتر ہوگا کہ ابتدائی درجات میں الگ مضمون پڑھانے کے بجائے اسے دوسرے مضامین میں سمو دیا جائے اور میٹرک اور اس سے بعد کے مراحل میں اسے ایک علیحدہ مضمون کے طور پر شامل نصاب کیا جائے۔

۱۰۔ صحافت و میڈیا کی اصلاح میں نسل نو کی ذمہ داری

پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا جس میں ٹی۔وی، ریڈیو، انٹرنیٹ اور اس کی مختلف سوشل سائٹس شامل ہیں، دونوں اس ناحیے سے برابر ہیں کہ دونوں کی سنگینی، وقتی اثر پزیری سے نکل کر تادیر کی فکری تبدیلی پر منتج ہوتی ہے۔ عصر حاضر میں نوجوانانِ اسلام کے بگڑتے افکار اور پھر عملی بے راہ روی میں سیکولر میڈیا کا بڑا کردار ہے لیکن ذرا لمحے کے لئے سوچیئے تو قصور اپنا ہی ہے کہ یہ سانحہ فاجعہ صرف اس وجہ سے رونما ہوا ہے کہ پختہ اسلامی فکر کے حاملین نے اس میدان سے بے اعتنائی برتی ہے۔ محاذ کو خالی دیکھ کر نام نہاد مسلم جبکہ حقیقی طور پر سیکولرازم کے علمبرداروں نے اسلام دشمنی کا بغض، اس میدان میں کھُل کر نکالا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سنتوں پر "کلچر" نامی کلہاڑا چلا کر اس بات کا پرچار کیا ہے کہ ان پر عمل ضروری تو کُجا، منشائے اسلام بھی نہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ جہاد، جس کی کمان ستائیس سے زائد مرتبہ رحمت دو عالم ﷺ کے ہاتھ میں رہی، کی ایسی غلط تشریحات اور تعبیرات کیں کہ سادہ لوح شخص کو اس سے دوری میں ہی عافیت نظر آئی اور نہایت اہم فریضہ ایک ناقابل عمل مفروضہ دکھائی دینے لگا۔ آہستہ آہستہ یہ سرطان جہاد و خلافت کو نگلنے کے بعد اب اس طرح سرایت کر رہا ہے کہ نسلِ نو کو مذہب اسلام موجودہ زمانے کا ساتھ دیتا دکھائی نہیں دیتا۔ اس دکھتی رگ کا علاج میدان صحافت میں علماء کی دوبارہ واپسی ہے۔ جب تک ہم اپنی کاوش سے موجودہ خلاء کو پر کرنے کے لیے آگے نہیں آتے، مخالف طبقے کے پاؤں جمتے ہی جائینگے اور ان کے ناپاک عزائم کی تکمیل آسان تر ہوتی جائیگی، ہم اپنے نونہالان اور قوم کے نوجوانان کو ان کے فکری یرغمال بننے سے نہیں روک پائینگے۔ ہمارے گھر اور سماج مغربی رنگ میں رنگتے رہیں گے، ہماری آنکھوں کے سامنے ہمارے نونہالوں کا مستقبل لٹتا رہے گا، قوم کے نوجوانوں کی مردانگی جاتی رہے گی اور حوا کی بیٹیاں اپنی نسوانیت سے محروم ہوتی رہیں گی اور ہم خاموش تماشائی بنے بیٹھے رہیں گے!

حاصل بحث

مذاہب سماویہ میں دین اسلام ہی وہ واحد مذہب ہے جس میں نسل انسانی کی بقاء اور معاشروں کی اصلاح کا پورا سامان موجود ہے۔ یہ مذہب اپنے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کے اسوۂ حسنہ کو پیش کر کے اپنے نام لیواؤں کو امن و آشتی کا پیغامبر بنانا چاہتا ہے اور تعمیری سوچ و فکر مہیا کرتا ہے تا کہ وہ کائنات میں سراپا امن بن جائیں اور دیگر افراد کے لیے مفید ثابت ہوں۔ اصلاح معاشرہ میں نسل نو پر سب سے زیادہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنی زندگیوں کو اسوۂ حسنہ کی اتباع میں اس طرح بسر کریں کہ وہ دوسروں کے لیے روشنی کا مینار بن جائیں نہ کہ پاؤں کے کانٹے، اور یہ اسوقت تک ممکن نہیں جب تک ہم اپنی نسل نو کو اطاعت رسول اور اس کے فراہم کردہ لائحہ عمل پر نہیں چلا لیتے۔ نبی علیہ السلام کی زندگی وہ جامع نقشہ حیات ہے جس میں نوجوان کے لئے عقائد سے لے کر اعمال تک خاطر خواہ ہدایات موجود ہیں جن کی روشنی میں ایک معاشرے کی اصلاح کا ذمہ بخوبی سرانجام دیا جاسکتا ہے۔

سیرت طیبہ نسل نو کی تربیت اس انداز سے کرتی ہے کہ ہر نوجوان اپنے اندر ماحول کو آلودہ کرنے والے اعمال سے اجتناب کرتے ہوئے اصلاح معاشرہ کے لیے ہمہ وقت تیار رہتا ہے۔ جس میں حلال و حرام کا شعور پیدا ہوتا ہے اور معاشرے میں وہ تمام ذرائع کہ جن سے حرام کے دروازے کھلتے ہیں نوجوان نسل اس طرف نہیں بھٹکتی۔ خاندانی استحکام میں نسل نو کا بڑا کردار ہے۔ اطاعت رسول نوجوان نسل کو ایسے اعمال کا حکم کرتی ہے جس سے یہ فریضہ بآسانی سرانجام دیا جاسکتا ہے جس میں نکاح، اجتماعی تعلقات میں حقوق کی پاسداری وغیرہ شامل ہے۔ اسی طرح عدل و احسان کی ترغیب و ترہیب سے نسل نو کو معاشرے میں، نظام قضاء کو اپنی اصل شکل میں رائج کرنے میں مدد ملتی ہے جس میں حدود و قصاص، تہمت اور دیگر جرائم کی شرعی حدود کو قائم کرنا ہے۔

اخلاقی اصولوں کو اپنا کر کسی معاشرے میں نوجوان نسل بداخلاقی کے ناسور سے جان چھڑا سکتی ہے جس کے لیے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نے جابجا اخلاقیات کو اپنانے پر زور دیا ہے۔ اتفاق و اتحاد کسی معاشرے میں امن و آشتی کے لیے اہم کردار ادا کرتا ہے، لہذا اس کے لیے میثاق مدینہ جیسی تعلیمات نبوی نے ایک دوسرے کا تعاون اور باہمی صلہ رحمی کا درس دیکر نوجوان نسل کو ایک لڑی میں پرو دینے کی کوشش کی ہے۔ نصاب تعلیم اور میڈیا میں اگر نوجوان نسل کو انکا مشن اور کاز سمجھا دیا جائے اور انکی بنیادیں مضبوط کر دی جائیں تو ہم ایک صحت مند اور امن سے مزین معاشرہ تشکیل دینے میں کامیاب ہوسکتے ہیں اور یہ صرف اور صرف اسوۂ نبی میں مذکور ہدایات پر عمل کر کے ہی ممکن ہے۔